Al-Mīthāq ***(Research Journal of Islamic Theology)***
ISSN: 2791-0989 (P), 2791-0997 (E)
Volume 03, **Issue** 03, October-December 2024, **PP**: 216-237
Open Access at: https://almithaqjournal.org/

Article QR

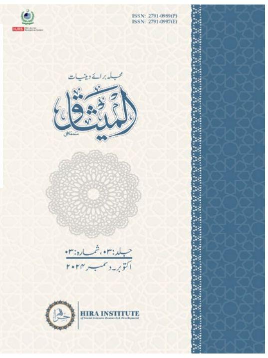

اسلامی نظامِ حکومت ومعیشت: نصوصِ شریعہ اور فکرِ اقبال کا تحقیقی جائزہ

Islamic System of Government and Economy: A Research Review of Sharīʻah Texts and Iqbāl's Thought

1. Muhammad Tahir Akbar
786tiens@gmail.com

Ph. D Scholar,
Department of Qur'ānic Studies,
The Islamia University of Bahawalpur.

How to Cite: Muhammad Tahir Akbar. 2024: "Islamic System of Government and Economy: A Research Review of Sharīʻah Texts and Iqbāl's Thought". Al-*Mīthāq (Research Journal of Islamic Theology)* 3 (03): 216-237.

Article History:	**Received**: 19-11-2024	**Accepted**: 14-12-2024	**Published**: 31-12-2024

Copyright: **©The Authors**

Licensing: This work is licensed under a Creative Commons Attribution 4.0 International License

Conflict of Interest: Author(s) declared no conflict of interest

Abstract & Indexing

Publisher

HIRA INSTITUTE
of Social Sciences Research & Development

اسلامی نظامِ حکومت ومعیشت: نصوصِ شریعہ اور فکرِ اقبال کا تحقیقی جائزہ

Islamic System of Government and Economy: A Research Review of Sharī'ah Texts and Iqbāl's Thought

1. **Muhammad Tahir Akbar**
Ph. D Scholar, Department of Qur'ānic Studies, The Islamia University of Bahawalpur.
786tiens@gmail.com

Abstract

In today's world, there are different types of governments, with Welfare-Oriented Democracy being the most popular. Additionally, there are several countries that call themselves "Islamic republics." However, in practice, there is no truly Islamic system of government. This research article aims to explore what the system of an Islamic welfare state should look like in the present era and to what extent democracy and basic human rights can be incorporated into it. From this perspective, the system of government in the State of Medina during the era of the Holy Prophet (ﷺ) and the period of the Khilāfat-e-Rāshidah has been examined. The research also investigates the human rights granted in the Qur'ān and Sunnah. In the State of Medina, the fundamental rights of citizens were guaranteed regardless of religion or race. Furthermore, the study highlights the concept of ijtihād as a mechanism for adapting Islamic principles to changing circumstances. It also delves into the thoughts of Iqbāl, who opposed Western-style democracy and advocated for spiritual (Islamic) democracy. In this context, he invited scholars to engage in ijtihād at the beginning of the twentieth century. A deeper examination of Iqbāl's ideas reveals that the accusation of him being a communist or Marxist is entirely unfounded. Rather, he was a strong proponent of the Islamic economic system, which is not merely a philosophy but a comprehensive framework for economics.

Keywords: *Democracy, Governance, Justice, Welfare, Riyasat e Madina.*

تمہید

دنیا میں صنعتی انقلاب کے آغاز میں مغربی جمہوریت کا نظام سامنے آیا۔ اگرچہ اس نظامِ حکومت کو عوام کے لئے عوام کی حکومت کہا گیا لیکن جمہوریت کی وجہ سے سرمایہ دارانہ نظام (Capitalism) مزید مضبوط ہوا۔ سرمایہ دارانہ نظام کی مخالفت میں مزدوروں کی جانب سے مزاحمت کے نتیجہ میں سوشلزم اور کمیونزم کے معاشی واقتصادی نظام سامنے آئے اور جن ممالک نے ان معاشی نظاموں کو اپنایا، انہوں نے جمہوریت کے خدوخال کو بالکل تبدیل کر دیا اور سماجی جمہوریت (Social Democracy) کو اپنایا۔ عصر حاضر میں دنیا بھر کے ایک سو ترانوے (193) ممالک اقوام متحدہ کے رکن ہیں جن میں سے 126 ممالک جمہوری ممالک ہونے کا دعویٰ کرتے اور کسی نہ کسی شکل میں جمہوریت کے علم بردار بنے ہوئے ہیں جیسے پیپلز ری پبلک، سوشل ری پبلک یا اسلامک ری پبلک وغیرہ۔

بیسویں صدی کے آغاز میں برصغیر سے علامہ اقبالؒ کی مضبوط آواز نے مغربی جمہوریت کی خامیاں بیان کیں اور مغربی تہذیب کی اپنے خنجر سے آپ خودکشی کرنے کی پیش گوئیاں بھی کیں۔ اقبالؒ کی یہ پیش گوئیاں پہلی اور دوسری جنگ عظیم کی صورت میں پوری ہوئیں۔ اقبالؒ نے عصر حاضر میں اسلامی نظام حکومت اور اسلامی نظام معیشت کے خدوخال بیان کرنے کے لئے اجتہاد کی اہمیت کو اُجاگر کیا اور علماء کرام کو اجتہاد کی دعوت دی۔ اقبال نے دعویٰ کیا کہ ریاست مدینہ میں رسول اللہ ﷺ اور خلفائے راشدین نے اسلامی تعلیمات

کی روشنی میں عوام کے لیے عوام کی حکومت کے نظام کو قائم کیا تھا جو جمہوریت سے نہایت قریب ہے۔ اقبال چاہتے تھے کہ مغربی جمہوری نظام کی خامیاں دور کر کے روحانی جمہوریت نیز کیپٹلزم، سوشلزم اور کمیونزم کے مقابلہ میں اسلامی نظام معیشت کو دنیا کے سامنے پیش کیا جائے۔ روحانی جمہوریت اور اسلامی نظام معیشت کے نفاذ کے لئے اقبال برصغیر میں ایک یا ایک سے زائد مسلم ریاستوں کے قیام کی خواہش رکھتے تھے۔

زیرِ نظر مضمون میں نصوصِ شریعہ اور فکرِ اقبالؒ کی روشنی میں اسلامی نظام حکومت کے خدوخال بیان کرنے کی سعی کی گئی ہے۔ اس ضمن میں عہد رسالت ﷺ و خلفائے راشدین کی ریاست مدینہ کے نظام حکومت و معیشت اور قرآن و سنت کے ذریعہ نافذ ہونے والے بنیادی انسانی حقوق کا بھی مختصر جائزہ لیا گیا ہے۔

منہجِ تحقیق

زیرِ نظر مضمون میں تاریخی و تجزیاتی منہج کو اپنایا گیا ہے جس میں نصوص شریعہ، عہد رسالت اور خلافت راشدہ کی ریاست مدینہ اور اقبالیات کے مطالعہ کی روشنی میں عصر حاضر میں ریاست مدینہ کی طرز پر اسلامی جمہوری فلاحی مملکت کے خدوخال پر بحث کی گئی ہے۔ نیز یہ جاننے کی کاوش کی گئی ہے کہ عصر حاضر میں ایک اسلامی مملکت کا نظام حکومت و معیشت کیسا ہونا چاہئے؟

تحقیق کے بنیادی سوالات

1. عہد رسالت مآب ﷺ اور خلافت راشدہ کی ریاست مدینہ کے بنیادی خدوخال کیا تھے؟
2. عصر حاضر میں بہت سے ممالک اسلامی جمہوریہ ہونے کے دعویدار ہیں، ایک اسلامی فلاحی جمہوری حکومت کیسی ہونی چاہئے؟
3. اسلامی نظام حکومت اور تھیوکریسی میں کیا فرق ہے، نیز اسلامی نظام حکومت میں سیکولرازم کی کس قدر گنجائش موجود ہے؟
4. اقبالؒ کے پیش کردہ روحانی جمہوریت کے خدوخال کیا ہیں؟
5. اقبالؒ نے مغربی جمہوریت کی کن خرابیوں کی نشاندہی کی اور ان کے کیا نقصانات ہیں؟
6. ترقی پسندوں کی جانب سے اقبال کو اشتراکیت یا مارکسیت پسند کہا جاتا ہے، اس میں کس قدر حقیقت ہے؟
7. اقبالؒ نے کیپٹلزم، مارکسزم اور سوشلزم کے مقابلہ میں اسلامی نظام معیشت کو کس قدر اہمیت دی؟

اسلامی نظام حکومت و معیشت کے حوالے سے افکارِ اقبال

اقبال نے اسلامی نظام حکومت اور اسلامی نظام معیشت کے حوالہ سے اجتہاد کی ضرورت و اہمیت کو اجاگر کیا۔ انہوں نے نہایت سنجیدگی اور تندہی کے ساتھ اپنی شاعری اور نثر کے ذریعہ نہ صرف علمائے کرام بلکہ امت مسلمہ کو بھی اپنا پیغام دیا، لیکن اقبال کی زندگی میں علمائے کرام نے ان کے پیغام کو اہمیت نہ دی۔ البتہ وفات کے بعد اس حوالہ سے بہت سا کام ہوا، جس میں سب سے اہم 1973ء میں اسلامی جمہوریہ پاکستان کا متفقہ آئین ہے جس میں قریباً تمام مسالک کے علمائے کرام نے حصہ لیا اور عصر حاضر میں اسلامی فلاحی مملکت کے لئے بہترین دستور تشکیل دیا گیا۔

معاشی و اقتصادی نظریات سے متعلق افکارِ اقبال

معاصر اقتصادی نظاموں جیسے سرمایہ دارانہ نظام (Free Market or Capitalism)، اشتراکیت (Philosophy

(of Socialism)، کمیونزم (Philosophy of Communism)، مکس اکانومی (Mix Economic Philosophy) کے ساتھ ساتھ اسلامی نظام معیشت پر بھی اقبالؒ کی بہت گہری نظر تھی۔ آپ نے عصر حاضر کی جدید معاشیات پر اردو زبان کی پہلی کتاب "علم الاقتصاد" مرتب فرمائی جو 1904ء میں شائع ہوئی۔ یہ کتاب اقبال کی فکری سرگزشت کے ابتدائی دور میں لکھی گئی۔

اقبال 28 مئی 1937ء کو محمد علی جناح کے نام لکھے گئے خط میں معاش کے حوالہ سے لکھتے ہیں: روٹی کا مسئلہ روز بروز شدید ہوتا جارہا ہے، مسلمان محسوس کررہے ہیں کہ گزشتہ دو سال سے ان کی حالت مسلسل گرتی چلی جارہی ہے۔ لہٰذا سوال پیدا ہوتا ہے کہ مسلمانوں کے افلاس کا علاج کیا ہے؟ شریعت اسلامیہ کے طویل و عمیق مطالعہ کے بعد اس نتیجہ پر پہنچا ہوں کہ اسلامی قانون کو معقول طریق پر سمجھا اور نافذ کیا جائے تو ہر شخص کا کم از کم حق معاش محفوظ ہو جاتا ہے۔[1] اقبال کے اس خط سے علم ہوتا ہے کہ اقبال کی اسلامی نظام معیشت پر بھی نہایت گہری نظر تھی۔ زبور عجم کی ایک نظم میں اقبال مزدور کے استحصال کے خلاف بغاوت کا انداز اختیار کرتے ہیں۔ اس کے لئے وہ قرآن کریم کا حوالہ بھی پیش کرتے ہیں۔ ان کی شاعری کو سرسری نظر سے دیکھنے والے سمجھتے ہیں کہ شاید اقبال سوشلزم کے علمبردار ہیں حالانکہ یہ سوشلزم، کمیونزم یا مارکسزم کا فلسفہ نہیں بلکہ اسلامی نظام معیشت کی بات ہے۔ ظریفانہ کلام میں قرآن کریم کے حوالہ سے لکھتے ہیں:

کارخانے کا ہے مالک مردِ ناکردہ کار — عیش کا پتلا ہے، محنت ہے اسے ناساز گار
حکمِ حق لیس الانسان الاماسعیٰ — کھائے کیوں مزدور کی محنت کا پھل سرمایہ دار[2]

اقبال نے اشتراکیت کے اقتصادی اصول و ضوابط اور اسلام کے معاشی عدل و انصاف کے تصورات کے درمیان گہری مماثلت کو اپنی شاعری میں بہت سے مقامات پر موضوع سخن بنایا ہے۔ نظم اشتراکیت میں قرآن کریم کے حوالے سے لکھتے ہیں:

قوموں کی روش سے مجھے ہوتا ہے یہ معلوم — بے سود نہیں روس کی یہ گرمی گفتار
اندیشہ ہوا شوخی افکار پہ مجبور — فرسودہ طریقوں سے زمانہ ہوا بے زار
انساں کی ہوس نے جنہیں رکھا تھا چھپا کر — کھلتے نظر آتے ہیں بتدریج وہ اسرار
قرآن میں ہو غوطہ زن اے مرد مسلماں — اللہ کرے تجھ کو عطاء جدت کردار
جو حرف "قل العفو" میں پوشیدہ ہے اب تک — اس دور میں شاید وہ حقیقت ہو نمودار[3]

اللہ تعالیٰ نے حرف "قُلِ الْعَفْوَ" میں مسلمانوں کو اپنی ضرورت سے زیادہ مال معاشرے کے غریب اور محروم طبقات کو دیتے رہنے کی تلقین فرمائی ہے۔ اس نظم میں اقبال نے اشتراکیت کی بجائے اسلام کے معاشی نظام کے قیام کی تمنا کی ہے، جس کی بدولت معاشرے میں کوئی بھی زیر دست اور محتاج نہ رہے۔ مارکس نے اپنی کتاب "داس کیپٹل" میں کچھ ایسی باتیں تحریر کی ہیں جو اسلامی نظام معیشت کا بھی حصہ ہیں جسے ابلیس کی مجلس شوریٰ میں علامہ اقبال نے ابلیس کے تیسرے مشیر کے ذریعہ خراج تحسین پیش کیا:

آں کلیم بے تجلی، آں مسیح بے صلیب — نیست پیغبر و لیکن در بغل دارد کتاب[4]

ابلیس کی مجلس شوریٰ میں علامہ اقبال نے ابلیس کے پہلے مشیر سے کہلوایا:

مجلس ملت ہو یا پرویز کا دربار ہو — ہے وہ سلطاں، غیر کی کھیتی پہ ہو جس کی نظر
تو نے کیا دیکھا نہیں مغرب کا جمہوری نظام — چہرہ روشن، اندروں چنگیز سے تاریک تر[5]

اقبال نے اپنے کلام میں رزق حلال کا بھرپور پیغام دیا ہے اور اسے انسانیت کے افلاس کو دور کرنے کا علاج قرار دیا ہے۔

جاوید نامہ میں لکھتے ہیں:

سر دیں صدق مقال، اکل حلال — خلوت و جلوت تماشائے جمال!

در رہِ دیں سخت چوں الماس زی — دل بحق بر بند و بے وسواس زی![6]

اسی طرح سرمایہ دارانہ نظام کے حوالہ سے لکھتے ہیں:

گیا دور سرمایہ داری گیا — تماشا دکھا کر مداری گیا[7]

بال جبریل کی نظم "فرمان خدا فرشتوں سے" میں محنت کشوں کو کچھ اس طرح احساس دلاتے ہیں:

اُٹھو مری دنیا کے غریبوں کو جگادو — کاخ امراء کے در و دیوار ہلا دو

گرماؤ غلاموں کا لہو، سوز یقیں سے — کنجشک فرومایہ کو شاہیں سے لڑا دو

سلطانی جمہور کا آتا ہے زمانہ — جو نقش کہن تم کو نظر آئے، مٹا دو

جس کھیت سے دہقاں کو میسر نہیں روزی — اس کھیت کے ہر خوشہ گندم کو جلا دو

کیوں خالق و مخلوق میں حائل رہیں پردے — پیران کلیسا کو کلیسا سے اُٹھا دو

میں ناخوش و بیزار ہوں، مرمر کی سلوں سے — میرے لیے مٹی کا حرم اور بنا دو[8]

بال جبریل "الارض للہ" میں لکھتے ہیں:

دہ خدایا یہ زمیں تیری نہیں، تیری نہیں — تیرے آباء کی نہیں تیری نہیں، میری نہیں[9]

سرمایہ و محنت میں لکھتے ہیں:

اے کہ تجھ کو کھا گیا سرمایہ دار حیلہ گر — شاخ آہو پر رہی صدیوں تلک تیری برات

دست دولت آفریں کو مزد یوں ملتی رہی — اہل ثروت جیسے دیتے ہیں غریبوں کو زکوٰۃ

ساحر الموط نے تجھ کو دیا برگ حشیش — اور تو اے بے خبر سمجھا اسے شاخ نبات

مکر کی چالوں سے بازی لے گیا سرمایہ دار — انتہائے سادگی سے کھا گیا مزدور مات

اُٹھ کہ اب بزم جہاں کا اور ہی انداز ہے — مشرق و مغرب میں تیرے دور کا آغاز ہے[10]

اقبال نے سرمایہ دارانہ نظام، اشتراکیت اور اسلامی معاشی نظام سے متعلق ابلیس کی مجلس شوریٰ میں بھی نہایت تفصیل سے لکھا ہے جس میں انہوں نے نہ صرف سرمایہ دارانہ نظام کی خرابیاں، اشتراکیت اور اسلامی نظام معیشت کے بعض مشترکات کو بیان کیا ہے بلکہ اسلامی معاشی نظام کی حقانیت بھی بیان کی ہے اور اس میں اشتراکیت کے خلاف ابلیس کے منہ سے کہلوایا:

کب ڈرا سکتے ہیں مجھ کو اشتراکی کوچہ گرد — یہ پریشاں روزگار، آشفتہ مغز، آشفتہ مو

ہے اگر مجھ کو خطر کوئی تو اس امت سے ہے — جس کی خاکستر میں ہے اب تک شرر آرزو

جانتا ہوں میں یہ امت حامل قرآں نہیں — ہے وہی سرمایہ داری بندہ مؤمن کا دیں

الحذر! آئین پیغمبر سے سو بار الحذر — حافظ ناموس زن، مرد آزما، مرد آفریں

موت کا پیغام ہر نوع غلامی کے لئے — نے کوئی فغفور و خاقاں، نے فقیر رہ نشیں

کرتا ہے دولت کو ہر آلودگی سے پاک و صاف — منعموں کو مال و دولت کا بناتا ہے امیں

اس سے بڑھ کر اور کیا فکر و عمل کا انقلاب پادشاہوں کی نہیں، اللہ کی ہے یہ زمیں
چشمِ عالم سے رہے پوشیدہ یہ آئیں تو خوب یہ غنیمت ہے کہ خود مؤمن ہے محرومِ یقیں [11]

مذکورہ بحث سے علم ہوتا ہے کہ اسلامی نظامِ معیشت پر اقبال کی گہری نظر تھی اور حقیقت میں وہ اسلامی نظامِ معیشت کے بہت بڑے داعی تھے لیکن اسلام اور اشتراکیت کے بعض مشترکات کی وجہ سے ترقی پسندوں نے ان پر اشتراکیت پسند ہونے کا الزام لگایا۔ علامہ محمد اقبالؒ کی اس نوعیت کی شاعری، جس میں انہوں نے انسانی حقوق کی بات کی۔ معاشرے کے پسے ہوئے طبقات کو ان کے حقوق دلانے کی بات کی جو کہ رسالت مآب ﷺ کی سنت ہے کہ اسلام نے تمام انسانوں کو برابر حقوق عطاء کیے۔ غلاموں، عورتوں، عرب و عجم اور ہر ایک کو برابر حقوق عطا کئے۔ ان عظیم تعلیمات کو شاعری میں بیان کرنے کا ہر گز یہ مطلب نہیں کہ یہ سوشلزم یا کمیونزم کا پرچار ہے بلکہ دراصل یہ اسلامی تعلیمات کا ہی پرچار ہے۔

"ملت بیضاء پر ایک عمرانی نظر" سے افکارِ اقبالؒ

اقبال نے 1911ء میں ایم اے او کالج لاہور میں اسلامی ثقافت و کلچر کی اہمیت پر انگریزی میں لیکچر دیا جس کا ترجمہ مولانا ظفر علی خان نے "ملت بیضاء پر ایک عمرانی نظر" کے نام سے کیا۔ اس میں اقبال لکھتے ہیں کہ میں یہ بات ثابت کرنا چاہتا ہوں کہ مسلمان کو دین اسلام پر ایمان لانے کے علاوہ اسلامی تہذیب کے رنگ میں اپنے تیئں پوری طرح رنگنا چاہئے۔ صبغۃ اللہ کے اس خُم میں غوطہ لگانے کا مدعا یہ ہے کہ مسلمان دور نگی چھوڑ کر یک رنگ ہو جائیں۔[12]

"Political Thought in Islam" سے افکارِ اقبالؒ

1908ء میں اقبال کا ایک تحقیقی مضمون Political Thought in Islam لندن کے The Sociological Review میں شائع ہوا جس میں انہوں نے نہایت تفصیل سے اسلامی نظمِ حکومت کے خدوخال بیان کیے۔ چند اہم نکات درج ذیل ہیں:

1. اسلام نے تمام عرب و عجم کو وحدانیت اور مساوات کے نام پر متحد کیا اور بلا تفریق رنگ، نسل و مذہب برابر حقوق عطا کیے۔ رسول اللہ ﷺ نے متعدد مرتبہ فرمایا کہ میں بھی تمہاری طرح ہی ایک انسان ہوں اور بطور شہری مجھے بھی وہی حقوق حاصل ہیں جو دیگر شہریوں کو حاصل ہیں۔
2. اس مضمون میں اقبال نے تاریخی حوالوں سے ثابت کیا کہ اسلام میں اشرافیہ اور حکومتی عہدیداروں یہاں تک کہ خلیفہ یا امیر المؤمنین کے لئے بھی کوئی خصوصی حقوق موجود نہیں ہیں، خلیفہ سمیت حکومتی نمائندگان کا احتساب ہو سکتا ہے۔
3. اسلام سے قبل کسی بھی قبیلے کو سردار منتخب کرنے کے لئے انتخاب کا تصور نہیں تھا لیکن اسلام کے بعد خلفائے راشدین کی حکومت جو قریباً 30 سال رہی اس میں چاروں خلفائے راشدین ریفرنڈم کے ذریعے منتخب ہوئے اور ان کی بیعت عامہ ہوئی، نیز انہوں نے تاریخی حوالوں سے ثابت کیا کہ خلافت بنو امیہ میں 14 خلفاء نے اپنے بیٹوں کو بطور جانشین نامزد کیا لیکن ان میں سے گیارہ عوام الناس سے اعتماد کا ووٹ حاصل نہ کر سکے اور امیر المؤمنین منتخب نہ ہوئے۔
4. اس مضمون میں انہوں نے الماوردی، امام غزالی اور دیگر اسلامی مفکرین کی قاضی یا جج، ممبر پارلیمنٹ اور امیر بننے کی شرائط، اسلامی حکومت، الیکشنز، عدالتی اختیارات، خلیفہ یا امیر المؤمنین کے لئے قریشی ہونے کی شرط، عورت کی حکمرانی، خلیفہ یا امیر، جج، ممبر پارلیمنٹ اور حکومتی عہدیدار بننے کی اہلیت، اسلامی حکومت میں غیر مسلمین کے برابر حقوق، اجتہاد کی اہمیت، سنی، شیعہ اور خوارج کی حکومتوں میں فرق اور دیگر معاملات پر بھی بحث کی۔ اجتہاد کی اہمیت پر ضرب کلیم کی

نظم آزادی میں لکھتے ہیں:

قرآن کو بازیچہ تاویل بنا کر   چاہے تو خود اک تازہ شریعت کرے ایجاد [13]

Islam as a Moral & Political Ideal سے افکارِ اقبال

یورپ سے آنے کے بعد اقبال نے انجمن حمایت اسلام کی سالانہ تقریب منعقدہ لاہور میں زیر نظر مقالہ Islam as a Moral and Political Ideal پیش کیا جسے پہلی مرتبہ لاہور کے مجلہ "ابزرور" کی اپریل 1909ء کی اشاعت میں شامل کیا گیا۔ اس میں اقبال کہتے ہیں:

1. جمہوریت کو اسلام کے سیاسی نصب العین کا ایک اہم پہلو سمجھا جانا چاہئے تاہم اس بات کا اعتراف کرنا پڑے گا کہ مسلمان انفرادی آزادی کے تصور کے باوجود ایشیا کی سیاسی بہتری کے لئے کچھ نہ کر سکے۔ ان کی جمہوریت صرف تیس سال رہی۔
2. دین اسلام میں تمام افراد میں مکمل مساوات کا اصول ہے۔ اسلام میں اشرافیہ کا کوئی تصور نہیں ہے۔ اسلام میں نہ کوئی مراعات یافتہ طبقہ ہے، نہ کوئی دینی پیشوائی کا نظام ہے اور نہ ہی ذات پات کا تصور ہے۔ اسلام ایک وحدت ہے جہاں کوئی امتیاز نہیں ہے اور مساوات کا یہی اصول تھا جس نے ابتدائی دنوں کے مسلمانوں کو دنیا کی ایک عظیم ترین سیاسی قوت بنا دیا۔ اسلام نے تفریق اور امتیاز مٹانے والی قوت کے طور پر کام کیا۔ اس نے فرد کو داخلی طاقت کا احساس دیا، اس اصول نے ہی ان لوگوں کو رفعت عطاء کی جو سماجی لحاظ سے کمتر تھے۔
3. رسول اللہ ﷺ نے اپنے رشتہ داروں سمیت کسی کو بھی اپنے بعد مسلمانوں کا امیر مقرر نہ فرمایا بلکہ یہ حق عامۃ المسلمین کو دیا کہ وہ جسے بہتر سمجھیں، بعد میں مسند اقتدار پر بٹھائیں۔ تمام خلفائے راشدین کا انتخاب بھی رائے شماری سے ہی ہوا۔ [14]

"The principle of Movement in the Structure of Islam" سے افکارِ اقبال

اقبال نے دسمبر 1928ء تا جنوری 1929ء مسلم ایسوسی ایشن مدراس کی دعوت پر مدراس، حیدر آباد اور علی گڑھ میں خطبات پیش کیے تھے۔ چھ خطبات پر مشتمل کتاب "The Reconstruction of Religious Thought in Islam" 1930ء میں شائع ہوئی جبکہ 1934ء میں شائع ہونے والے ایڈیشن میں ساتویں خطبے کا بھی اضافہ کیا گیا۔ اس سے حاصل چند اہم نکات ذیل میں پیش کیے جاتے ہیں:

1. چھٹے خطبہ "The Principle of Movement in the structure of Islam" میں اقبال اجتہاد کی اہمیت کو واضح کرتے ہیں۔ اس میں وہ بتاتے ہیں کہ تاریخ سے واضح ہے کہ جب حالات خراب ہوئے تو قاضی ابو بکر باقلانی نے اپنے زمانہ میں خلیفہ کے لئے قرشیت کی شرط ختم کر دی اور فتویٰ دیا کہ جس علاقہ میں جس کسی کو طاقت حاصل ہے وہاں اسے امام تسلیم کر لیا جائے، بالآخر ابن خلدون نے بھی حقائق سامنے رکھتے ہوئے کچھ ایسا ہی نظریہ قائم کیا۔ [15]
2. روحانی جمہوریت میں اتحاد انسانی کے حوالے سے ہر انسان کو اپنے مذہب اور عقیدے کے مطابق زندہ رہنے کا پورا پورا حق ہے اور یہی صحیح اسلامی ریاست کی ذمہ داری ہے۔ خطبات میں اقبال نے خلافت کے اختیارات پارلیمان کو سونپنے کی حمایت کی ہے۔ تاہم بنیادی نکتہ یہ ہے کہ اقبال خلافت کے ادارے کو اسلامی سیاسی نظام کی بنیاد تصور کرتے ہیں۔ افکارِ اقبال سے علم ہوتا ہے کہ اقبال سمجھتے ہیں کہ چونکہ تمام انسان ایک ہی روح اعلیٰ سے منسلک ہیں اس لیے وہ سب مساوی ہیں اور کسی انسان کو دوسرے انسان پر فوقیت نہیں۔ روحانی جمہوریت کے حوالہ سے اقبالؒ کے پیش نظر "میثاق مدینہ" ہے جو دنیا میں پہلے تحریری

دستور کے طور پر جانا جاتا ہے اور اس کے مطابق مسلمانوں، مشرکین، عیسائیوں، یہودیوں اور دیگر مذاہب کے لوگوں کو مساوی حقوق حاصل تھے۔

3. اسلام ایسے سادہ لوگوں پر نازل ہوا جو پرانی تہذیبوں کے اثرات سے پاک ایسی سرزمین میں آباد تھے جہاں تین براعظم آپس میں مل جاتے ہیں۔ اس نئی تہذیب نے "توحید" کے اصول کو عالمی اتحاد کی بنیاد قرار دیا۔ اسلام دراصل ایک ایسا ریاستی نظام ہے جو انسانیت کی عقلی اور جذباتی زندگی میں عملی طور پر وحدت کے اصول کو داخل کر دیتا ہے۔ وہ بادشاہوں کی اطاعت کے بجائے خدا کی اطاعت کا مطالبہ کرتا ہے اور چونکہ خدا ہی حیاتِ انسانی کی روحانی بنیاد ہے اس لیے خدا کی اطاعت دراصل انسان کی اپنی مثالی فطرت کی اطاعت ہے۔ توحید کے بعد دوسری اہم چیز مساوات انسانی ہے۔[16]

زندہ رود سے افکارِ اقبال

اقبال الفارابی کی طرح جمہوری طرزِ حکومت ہی کو اسلام کی روح کے قریب ترین سمجھتے تھے۔ وہ جدید اسلامی جمہوریہ کی بنیاد انتخابات، حقوق بشر کے تحفظ اور قانون کی حاکمیت پر استوار کرتے ہیں اور سمجھتے ہیں کہ یہ اصول اسلام سے متصادم نہیں۔ اقبال نے خطبہ الہٰ آباد میں واضح طور پر اعلان کیا تھا کہ ان کی مجوزہ اسلامی ریاست میں اقلیتوں کے عقیدہ، جان و مال کا تحفظ قرآنی فرمان (سورہ الحج:48) کے تحت مسلمانوں کا فرض ہے۔ نیز مسلم ریاست کے قیام کے بارے اپنی تجویز کی وضاحت کرتے ہوئے اپنے خط مورخہ 11 جنوری 1931ء بنام سید نذیر نیازی تحریر کرتے ہیں کہ برصغیر میں ایک یا متعدد اسلامی ریاستوں میں ہندو اقلیت کے حقوق کا پورا تحفظ کیا جائے گا۔[17]

اقبال کے مغربی جمہوریت، سیکولرازم اور تھیوکریسی پر اعتراضات

علامہ محمد اقبالؒ نے مغربی طرزِ جمہوریت پر بہت سے اعتراضات کیے، وہ مغربی طرزِ جمہوریت کی بجائے روحانی جمہوریت کے داعی تھے۔ اقبال نہ تو سیکولرازم کے قائل تھے کہ جس میں مذہب سے مکمل طور پر پیچھا چھڑا لیا جاتا ہے اور نہ ہی وہ تھیوکریسی کے قائل تھے کہ جس میں مذہبی رہنماؤں کو کھلی اجازت دے دی جائے کہ ان کی مرضی و منشاء کے فتووں کے مطابق حکومتیں چلائی جائیں۔ بلکہ اقبال قرآن و سنت کے داعی تھے کہ روحانی جمہوریت میں تمام مذاہب و مسالک کے عوام میثاق مدینہ کی طرز پر دستور بنائیں اور دستور میں کوئی ایسی شق نہ ہو جو قرآن و سنت کے خلاف ہو۔

اقبالؒ کے مغربی طرزِ جمہوریت پر اعتراضات

علامہ نے جمہوریت پر جو اعتراضات اُٹھائے، ان کا مختصر تجزیہ اس طرح ہے:

1. جمہوریت ایک ایسا نظام ہے جس میں افراد کی عددی اکثریت فیصلہ کرتی ہے۔ افراد کی اہلیت کو مد نظر نہیں رکھا جاتا بلکہ تعداد کی زیادہ اہمیت ہوتی ہے۔ سیاسی قوت و اقتدار قابل اور مدبر لوگوں کی بجائے متوسط لوگوں کے ہاتھ آ جاتا ہے۔

اس راز کو ایک مردِ فرنگی نے کیا فاش — ہر چند کہ دانا اسے کھولا نہیں کرتے
جمہوریت اک طرزِ حکومت ہے کہ جس میں — بندوں کو گنا کرتے ہیں تولا نہیں کرتے[18]

2. پارلیمنٹ، مجلس آئین ساز وغیرہ سب سرمایہ داروں کے تحفظ کرنے والے ادارے ہیں۔ نظم سلطنت میں لکھتے ہیں:

مجلس آئین و اصلاح و رعایات و حقوق — طبِ مغرب میں مزے میٹھے اثر خواب آوری
گرمیِ گفتار اعضائے مجالس الاماں — یہ بھی اک سرمایہ داروں کی ہے جنگِ زرگری[19]

3. جمہوریت کا چہرہ تو روشن ہے لیکن اس کا اندرون تو چنگیز کی طرح تاریک تر ہے۔ ابلیس کی مجلس شوریٰ میں پہلے مشیر سے کہلواتے ہیں:

تو نے کیا دیکھا نہیں مغرب کا جمہوری نظام چہرہ روشن اندرون چنگیز سے تاریک تر[20]

4. جمہوری نظام میں بسا اوقات یہ کمزوری بھی سامنے آتی ہے کہ جمہوری نظام میں ایک اچھی رائے بھی عددی اکثریت کی رائے کے سامنے دب جاتی ہے۔ اسی لیے علامہ کہتے ہیں کہ مغرب کی جملہ امراض کا سبب یہی جمہوریت ہے۔ ضرب کلیم میں مشرق و مغرب کے عنوان سے لکھتے ہیں:

یہاں مرض کا سبب ہے غلامی و تقلید وہاں مرض کا سبب ہے نظام جمہوری
نہ مشرق اس سے بری ہے، نہ مغرب اس سے بری جہاں میں عام ہے قلب و نظر کی رنجوری[21]

5. خضر راہ میں لکھتے ہیں:

ہے وہی سازِ کہن مغرب کا جمہوری نظام جس کے پردوں میں نہیں غیر از نوائے قیصری
دیو استبداد جمہوری قباء میں پائے کوب تو سمجھتا ہے، یہ آزادی کی ہے نیلم پری
اسے سراب رنگ و بو گلستاں سمجھا ہے تو آہ اے ناداں! قفس کو آشیاں سمجھا ہے تو[22]

سیکولرازم اور تھیوکریسی کے حوالہ سے اقبالؒ کی رائے

مارٹن لوتھر اور پروٹسٹنٹ راہنماؤں نے تھیوکریسی، مذہبی راہنماؤں اور مذہب کی سیاست و حکومت میں مداخلت کے خلاف سخت مزاحمت کی۔ ان کا مؤقف رہا کہ مذہب کا معاملہ انسان کا ذاتی معاملہ ہے اس لیے ہر شخص کو اجازت ہونی چاہیے کہ خواہ اس کا تعلق کسی بھی مذہب و مسلک سے کیوں نہ ہو، وہ مذہب کو اپنی ذاتی زندگی تک ہی رکھے اور اس اصول کے تحت مذہب اور ریاستی و سیاسی معاملات میں مکمل علیحدگی ہونی چاہیے۔ علامہ اقبال کے نزدیک مغربی حکماء نے یہ مذہب و سیاست میں یہ تفریق مانی کے فلسفے کے تحت اختیار کی تھی۔

بدن را تا فرنگ از جاں جدا دید نگاہش ملک و دیں راہم دو تا دید
کلیسا سبحۂ پطرس شمارد کہ او با حاکمی کارے ندارد
بہ کارِ حاکمی مکر و فنے بیں تنِ بے جان و جان بے تنے بیں

جب فرنگ نے بدن کو روح سے الگ دیکھا تو پھر اس نے حکومت اور مذہب کو بھی جدا جدا کر دیا۔ کلیسا صرف پطرس کی تسبیح شمار کرتا رہا، اسے حکومت سے کوئی سروکار نہ رہا۔ اس کا نتیجہ ہے کہ وہاں حکومت مکر و فن پر مبنی ہے، تن بے جان ہو گیا۔ دین و سیاست میں لکھتے ہیں:

کلیسا کی بنیاد رہبانیت تھی سماتی کہاں اس فقیری میں میری
خصومت تھی سلطانی و راہبی میں کہ وہ سربلندی ہے یہ سربزیری
سیاست نے مذہب سے پیچھا چھڑایا چلی کچھ نہ پیر کلیسا کی پیری
ہوئی دین و دولت میں جس دم جدائی ہوس کی امیری، ہوس کی وزیری
دوئی ملک و دیں کے لیے نامرادی دوئی چشم تہذیب کی نابصیری

یہ اعجاز ہے اک صحرا نشیں کا　　　　بشیری ہے آئینہ دارِ نذیری
اسی میں حفاظت ہے انسانیت کی　　　　کہ ہوں ایک جنیدی و اردشیری [23]

بالِ جبریل میں لکھتے ہیں:

زمامِ کار اگر مزدور کے ہاتھوں میں ہو پھر کیا!　طریقِ کوہکن میں بھی وہی حیلے ہیں پرویزی
جلالِ پادشاہی ہو کہ جمہوری تماشا ہو　　　　جدا ہو دیں سیاست سے تو رہ جاتی ہے چنگیزی [24]

یورپ سے آنے کے بعد اقبال نے انجمن حمایت اسلام کی سالانہ تقریب منعقدہ لاہور میں Islam as a Moral and Political Ideal پیش کیا جسے پہلی مرتبہ لاہور کے مجلہ "ابزرور" کی اپریل 1909ء کی اشاعت میں شامل کیا گیا۔ اس میں اقبال کہتے ہیں:

خلیفہ اسلام ایسی ہستی نہیں جس سے کبھی غلطی سرزد ہونے کا امکان نہ ہو۔ دیگر مسلمانوں کی طرح وہ بھی یکساں قانون کے تابع ہے۔ ترکی کے موجودہ سلطان کے ایک بزرگ پر ایک معمار کی طرف سے ایک عام قاضی کی عدالت میں مقدمہ چلایا گیا۔ خلیفہ عبدالحمید ثانی متوفی 1909ء کے جدِ اعلیٰ سلطان مراد کے اس واقعہ کو اقبال نے رموزِ بے خودی میں تفصیل کے ساتھ اسلام کے تصورِ مساوات کو واضح کرنے کے لئے بیان کیا ہے کہ سلطان مراد نے غصے میں ایک معمار کا ہاتھ کاٹ دیا کیونکہ اس سے مسجد کی دیوار ٹیڑھی بن گئی تھی۔ معمار نے قاضی کے سامنے شکایت کر دی۔ قاضی نے سلطان کو اپنی عدالت میں طلب کیا اور کہا کہ تو نے معمار کا ہاتھ کاٹا ہے اس لیے تو اپنا ہاتھ آگے بڑھا، تاکہ معمار تیرے ہاتھ کو کاٹ سکے۔ بقول اقبال معمار نے سلطان سے فدیہ لے کر معاف کر دیا تھا۔ [25]

خطبہ الہٰ آباد میں اقبال نے کہا کہ بہر حال ہندوؤں کے دل میں اس قسم کا خدشہ نہیں ہونا چاہئے کہ آزاد اسلامی ریاستوں کے قیام سے ایک طرح کی مذہبی حکومت قائم ہو گی۔ میں ابھی عرض کر چکا ہوں کہ اسلام میں مذہب کا مفہوم کیا ہے۔ یاد رہے کہ اسلام کوئی کلیسائی نظام نہیں بلکہ ایک ریاست ہے جس کا اظہار "روسو" سے بھی کہیں بیشتر ایک ایسے وجود میں ہوا جو عقدِ اجتماعی کا پابند ہے۔ ریاست اسلامی کا انحصار ایک انقلابی نصب العین پر ہے جس کا عقیدہ ہے کہ انسان شجر و حجر کی طرح کسی خاص زمین سے وابستہ نہیں بلکہ وہ ایک روحانی ہستی ہے جو ایک اجتماعی ترکیب میں حصہ لیتا ہے اور اس کے ایک زندہ جزو کی حیثیت سے چند حقوق و فرائض کا ملک ہے۔ [26]

عہدِ رسالت مآب ﷺ اور خلافت راشدہ کا نظامِ حکومت و معیشت

عہد رسالت مآب اور خلافت راشدہ کی ریاست مدینہ کا نظام حکومت و معیشت ہمیشہ سے اسلامی حکومتوں کے لئے رول ماڈل رہا ہے۔ خطبہ حجۃ الوداع سے قبل ہی ریاست مدینہ تیس لاکھ مربع کلومیٹر (پاکستان سے قریباً پونے چار گنا زائد) رقبہ پر پھیل چکی تھی۔ عہد رسالت مآب اور عہد خلفائے راشدین میں بلا تفریق مذہب و ملت اور جنس تمام انسانوں کو برابر کے حقوق ملے بلکہ خواتین، معذوروں اور پسے ہوئے طبقات کو خصوصی حقوق و مراعات بھی عطاء ہوئیں۔ غلامی کا بتدریج خاتمہ ممکن ہوا۔ عہد خلافت راشدہ میں چاروں خلفاء عوامی ریفرنڈم یا بیعت عامہ کے ذریعہ منتخب ہوئے۔ ان کے گھروں کے دروازوں پر کوئی دربان نہ تھا اور خلیفہ وقت مسجد میں نماز کی امامت کراتا یہاں تک کہ اس وقت مساجد میں امام کے لئے کوئی محراب بھی نہ ہوتی تھی۔ خلیفہ تمام فیصلے شوریٰ اور مسلمانوں کی مشاورت سے طے کرتا اور اگر شوریٰ کی اکثریت کسی بھی قانون کی مخالفت کرتی تو خلیفہ کو اسے نافذ کرنے کے کوئی خصوصی اختیارات حاصل نہ تھے۔ عدلیہ آزاد تھی اور قاضی (جج) تمام حکومتی نمائندوں یہاں تک کہ خلیفہ وقت کو بھی اپنی عدالت میں طلب کر سکتا تھا۔ سودی نظام کی بجائے نظام صدقات قائم ہوا، جس میں دولت کا بہاؤ غریب سے امیر کی جانب ہونے کی بجائے امیر سے غریب کی جانب ہوا اور امیر کا امیر تر اور

غریب کا غریب تر ہونے والے سلسلہ کا خاتمہ ہوا۔ اسلامی نظام معیشت صرف ایک فلسفہ ہی نہیں بلکہ ایک نظامِ معیشت ہے جو دنیا کے بڑے حصہ پر تیرہ سو سال تک قائم رہا۔[27] اسلامی نظام حکومت ومعیشت کی برکت سے بہت جلد تین براعظموں میں قائم اسلامی حکومت میں ہر ایک خوشحال ہو گیا اور کسی بھی مذہب ومسلک کا کوئی بھی شخص زکوۃ وصدقات لینے والا نہ رہا۔

عصر حاضر میں اسلامی فلاحی جمہوری نظام کا تعارف

عصر حاضر میں بہت سے اسلامی ممالک نے اسلامی جمہوریت کو متعارف کرایا ہے۔ پاکستان، موریطانیہ اور ایران کے سرکاری ناموں میں "اسلامی جمہوریہ" کے الفاظ شامل ہیں۔ 2004ء تا 2021ء افغانستان کا نام بھی اسلامی جمہوریہ افغانستان رہا۔ بیسویں صدی کے آغاز میں علامہ محمد اقبالؒ نے روحانی جمہوریت کا نظریہ پیش کیا تھا جس کا تفصیلی تذکرہ بھی سابقہ صفحات میں ہو چکا ہے۔ بہت سے علمائے کرام کا موقف رہا ہے کہ اسلام میں جمہوریت کی کوئی گنجائش موجود نہیں ہے لیکن 1973ء میں اسلامی جمہوریہ پاکستان کے دستور کو تشکیل دینے میں قریباً تمام مسالک کے علمائے کرام شامل تھے اور باہم اتفاق رائے سے یہ دستور تشکیل دیا گیا جس کے مطابق اسلامی جمہوریہ پاکستان میں کوئی ایسا قانون نافذ نہیں ہو سکتا جو قرآن وسنت کے خلاف ہو۔[28] دستور پاکستان اجتہاد کے نتیجہ میں ایک ایسے نظام حکومت کی کاوش ہے جو عصر حاضر میں عہد رسالت مآب اور خلافت راشدہ کی ریاست مدینہ کے مطابق ہو۔

عہد حاضر میں اسلامی ممالک کے دساتیر اور نظریہ کی حد تک تو اسلامی جمہوریت پر بہت سا کام ہو چکا ہے لیکن عہد رسالت مآب اور خلافت راشدہ کی طرز پر اسلامی حکومت ومعیشت کا عملی طور پر نفاذ دنیا میں کہیں بھی نظر نہیں آتا۔

اسلامی یا روحانی جمہوریت اور تھیوکریسی وسیکولرازم میں فرق

اسلامی یا روحانی جمہوریت دراصل قرآن وسنت کی تعلیمات کی روشنی میں عوام الناس کی حکومت ہوتی ہے۔ جس میں حکومتی نمائندگان اور حکمران نہ صرف عدلیہ اور پارلیمنٹ بلکہ عوام الناس کے سامنے بھی جوابدہ ہوتے ہیں۔ نہ صرف انسانوں بلکہ دیگر مخلوقات کو بھی حقوق حاصل ہوتے ہیں یہاں تک کہ حالت جنگ میں بھی یہ حقوق ختم نہیں ہوتے۔ ایسی حکومت میں تمام مذاہب کے لوگوں کو مذہبی آزادی حاصل ہوتی ہے۔ اس حکومت کے حوالے سے تفصیلی تذکرہ آئندہ صفحات میں موجود ہے۔

مذہبی رہنماؤں کی حکومت کو تھیوکریسی کہا جاتا ہے۔ مغرب جس تھیوکریسی سے واقف ہے اور جس کے خلاف شدید ترین مزاحمت ہوئی، یہاں تک کہ سیاست سے مذہب کا عمل دخل ہی ختم کرنا پڑا، دراصل وہ عیسائی مذہبی راہنماؤں کی حکومت تھی جو مذہب کی آڑ میں اپنی مرضی کے احکامات جاری کرتے اور عوام الناس کے حقوق سلب کر لیتے۔ مذہبی کتب کی جن آیات کی آڑ میں وہ احکامات نافذ کرتے وہ آیات وہ ان مذہبی راہنماؤں کے ہاتھوں سے ہی لکھی ہوئی تھیں۔ قرآن کریم میں ہے:

> فَوَيۡلٌ لِّلَّذِيۡنَ يَكۡتُبُوۡنَ الۡكِتٰبَ بِاَيۡدِيۡهِمۡ ثُمَّ يَقُوۡلُوۡنَ هٰذَا مِنۡ عِنۡدِ اللّٰهِ لِيَشۡتَرُوۡا بِهٖ ثَمَنًا قَلِيۡلًا ۔ فَوَيۡلٌ لَّهُمۡ مِّمَّا كَتَبَتۡ اَيۡدِيۡهِمۡ وَوَيۡلٌ لَّهُمۡ مِّمَّا يَكۡسِبُوۡنَ[29]
>
> تو بربادی ہے ان لوگوں کے لئے جو اپنے ہاتھوں سے کتاب لکھتے ہیں پھر کہتے ہیں: یہ خدا کی طرف سے ہے کہ اس کے بدلے میں تھوڑی سی قیمت حاصل کر لیں تو ان لوگوں کے لئے ان کے ہاتھوں کے لکھے ہوئے کی وجہ سے ہلاکت ہے اور ان کے لئے ان کی کمائی کی وجہ سے تباہی وبربادی ہے۔

عوامی اور اہل نمائندوں کی حکومت

اسلامی نظام حکومت میں کسی ایک گروہ یا کسی خاص طبقے کی حکومت نہیں ہوتی بلکہ عوام کے ایسے نمائندوں کی حکومت ہوتی

ہے جو حکومت کرنے کی اہلیت رکھتے ہیں، کوئی بھی نااہل شخص مسلمانوں کا امیر، حکومتی نمائندہ، قاضی یا جج نہیں بن سکتا۔ نصوص شریعہ میں حکومتی نمائندوں کی اہلیت بتائی گئی ہے جو فقہ کی کتب میں دیکھی جاسکتی ہے۔ ارشادِ ربانی ہے کہ:

وَعَدَاللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْامِنْكُمْ وَعَمِلُواالصّٰلِحٰتِ لَيَسْتَخْلِفَنَّهُمْ فِي الْاَرْضِ كَمَااسْتَخْلَفَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ[30]

اللہ نے تم میں سے ایمان والوں اور اچھے اعمال کرنے والوں سے وعدہ فرمایا ہے کہ ضرور انہیں زمین میں خلافت دے گا جیسی ان سے پہلوں کو خلافت دی ہے۔

مولانا مودودی اس آیت کی تفسیر میں فرماتے ہیں کہ اسلامی ریاست میں کوئی ایک فرد، خاندان یا طبقہ نہیں ہوتا بلکہ پوری امت مسلمہ خلافت کی حامل ہوتی ہے۔ جس طرح غیر اسلامی جمہوریت کی بنیاد عوامی حاکمیت کے اصول پر ہے، اسی طرح اسلامی جمہوریہ مقبولیت کے اصول (خلافت، نیابت) پر مبنی ہے۔[31]

پارلیمنٹ اور مشاورت کی اہمیت

اسلامی نظام حکومت میں پارلیمنٹ کو اوّلین اہمیت حاصل ہے۔ عہد رسالت مآب ﷺ اور عہد خلفائے راشدین میں مجلس شوریٰ کو بنیادی اہمیت حاصل رہی۔ ریاست مدینہ میں میثاق مدینہ کی صورت میں جو دنیا کا پہلا تحریری دستور تشکیل پایا اس کی مشاورت میں ریاست کے تمام شہری بشمول عیسائی، یہودی اور مشرکین بھی شامل تھے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وَ شَاوِرهُم فِی الاَمرِ۔[32]

اور (حکومت کے) کاموں میں ان (مسلمانوں) سے بھی مشورہ کرو۔

وَ اَمرُهُم شُوریٰ بَینَهُم۔[33]

اور ان (مسلمانوں) کا کام ان کے آپس کے مشورے سے ہے۔

آمریت کی مخالفت

اسلامی نظام حکومت میں بادشاہت یا آمریت نہیں ہوتی بلکہ ان کی مخالفت ہوتی ہے۔ قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

وَلَا تُطيعُوا اَمرَ المُسرِفِينَ۔[34]

اور حد سے بڑھنے والوں کا حکم نہ مانو۔

وَ لَا تُطِعْ مَنْ اَغْفَلْنَا قَلْبَهٗ عَنْ ذِكْرِنَا وَ اتَّبَعَ هَوٰىهُ وَ كَانَ اَمْرُهٗ فُرُطًا۔[35]

اور اس کا کہنا نہ مانو جس کا دل ہم نے اپنی یاد سے غافل کر دیا اور وہ اپنی خواہش کے پیچھے چلا اور اس کا کام حد سے گزر گیا۔

ریاست کے دستور کی اہمیت

اسلامی نظام حکومت میں تمام شہری حکومت میں شریک ہوتے ہیں۔ میثاق مدینہ کو دنیا کے پہلے تحریری دستور ہونے کا اعزاز حاصل ہے۔ ریاست مدینہ کے اس دستور میں مسلمانوں، عیسائیوں، یہودیوں، مشرکین اور ریاست کے تمام شہریوں کو یکساں حقوق اور یکساں مذہبی آزادی حاصل تھی اور اس دستور کے مطابق ہی حکومت نے اپنے فرائض سر انجام دیئے اور جن لوگوں نے اس دستور کی خلاف ورزی اور بغاوت کی ان کے خلاف تادیبی کاروائی کی گئی۔ قرآن مجید نے اس واقعہ کو یوں بیان کیا ہے:

اَلَّذِيْنَ عٰهَدْتَّ مِنْهُمْ ثُمَّ يَنْقُضُوْنَ عَهْدَهُمْ فِيْ كُلِّ مَرَّةٍ وَّ هُمْ لَا يَتَّقُوْنَ۔[36]

وہ جن سے تم نے معاہدہ کیا تھا پھر وہ ہر بار اپنا عہد توڑ دیتے ہیں اور ڈرتے نہیں۔

ریاست مدینہ کی طرز پر اسلامی ملک کی پارلیمنٹ صرف اللہ کی کتاب کے مطابق آئین بنا سکتی ہے۔ کسی انسان یا کسی قانون ساز اسمبلی کو یہ اختیار نہیں کہ وہ کوئی ایسا قانون بنائے جو اللہ کے قوانین کے خلاف ہو، البتہ دستور کے مطابق تمام مذاہب و مسالک کے لوگوں کو یکساں مذہبی آزادی حاصل ہونی چاہئے۔

انتخابات اور ریفرنڈم کی اہمیت

رسول اللہ ﷺ کے بعد چاروں خلفاء کا انتخاب مشاورت اور رائے شماری سے ہوا اور حکومت کے تمام امور پارلیمنٹ یا مجلس شوریٰ کے ذریعے چلائے گئے۔ حضرت ابو بکرؓ اور حضرت عمرؓ بیعت عامہ (ریفرنڈم) کے ذریعے خلیفہ بنے۔ جب حضرت عمر فاروقؓ کی وفات کا وقت قریب آیا تو آپ نے مسلمانوں کے خلیفہ کے لیے ایک کمیٹی مقرر کی اور فرمان جاری کیا:

مَن تَامَّرَ مِنکُم عَلىٰ غَيرِ مَشوَرَةٍ مِنَ المُسلِمِينَ فَاضرِبُوا عُنُقَه ۔[37]

جو تم میں مسلمانوں کی مشاورت کے بغیر حاکم بن جائے اسے قتل کر دو۔

تاریخی حوالوں سے ثابت ہوتا ہے کہ اسلامی نظام حکومت میں انتخابات کو بنیادی اہمیت حاصل ہے جو جمہوریت سے مشابہ ہے۔

ریاست کی حکومت اور امیر یا حاکم کے اختیارات

جمہوریت سے مشابہہ اسلامی نظام حکومت میں حاکمیت کے بجائے خلافت (نائب) کی اصطلاح استعمال ہونی چاہئے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ بادشاہت صرف اللہ کی ہے، وہی حقیقی حاکم ہے۔ آئین ساز اسمبلی اور حکومت صرف اللہ کی طرف سے تفویض کردہ اختیارات دستورِ ریاست اور پارلیمنٹ کی مشاورت سے استعمال کرنے کے مجاز ہیں۔ اس سلسلے میں چند ایک نصوص ذیل میں پیش کی جاتی ہیں:

- فتعلى الله الملك الحق۔[38]

  پس اللہ ہی حقیقی مالک ہے۔

- وَاِذقَالَ رَبُّکَ لِلمَلآئِکَةِ اِنّی جَاعِلٌ فِی الاَرضِ خَلیفَة[39]

  اور جب تیرے رب نے ملائکہ سے فرمایا کہ میں زمین پر ایک خلیفہ بنانے والا ہوں۔

- یادَاوُدُ اِنَّا جَعَلْنٰكَ خَلِیْفَةً فِی الْاَرْضِ فَاحْكُمْ بَیْنَ النَّاسِ بِالْحَقِّ[40]

  اے داؤد! ہم نے تجھے زمین کا خلیفہ بنایا ہے، پس انسانوں کے درمیان حق کے ساتھ فیصلہ کر۔

- اِنِ الْحُكْمُ اِلَّا لِلّٰهِ-اَمَرَ اَلَّا تَعْبُدُوْۤا اِلَّاۤ اِیَّاهُ۔[41]

  حکم تو صرف اللہ کا ہے۔ اس نے حکم دیا ہے کہ اس کے سوا کسی کی عبادت نہ کرو۔

- تَرَكْتُ فِيكُمْ مَا إِنِ اعْتَصَمْتُمْ بِهِ فَلَنْ تَضِلُّوا أَبَدًا كِتَابَ اللَّهِ وَسُنَّةَ نَبِيِّهِ ﷺ[42]

  میں تم میں دو ایسی چیزیں چھوڑے جا رہا ہوں کہ جب تک اسے تھامے رہو گے گمراہ نہ ہوگے اور وہ کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ ﷺ ہیں۔

- حضرت ابو ہریرہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جس نے میری اطاعت کی اس نے اللہ کی اطاعت کی اور جس نے میری نافرمانی کی اس نے اللہ کی نافرمانی کی اور جس نے امیر کی نافرمانی کی اس نے میری نافرمانی کی۔[43]

- خِيارُ اَئِمَّتِکُم الَّذينَ تُحِبُّونَهُم وَ يَحبُونَکُم، وَ تُصلُّونَ عَليهِم وَ يُصَلُّونَ عَليکُم۔[44]

  تمہارے اچھے حکمران وہ ہیں جن سے تم محبت کرتے ہو اور وہ تم سے محبت کرتے ہیں، تم ان کے لئے دعاء کرتے ہو اور

وہ تمہارے لیے دعاء کرتے ہیں۔

- ما مِن والٍ يَلِي رَعِيَّةً مِنَ المُسْلِمِينَ، فَيَمُوتُ وهو غاشٌ لهمْ، إلَّا حَرَّمَ اللَّهُ عليه الجَنَّةَ۔[45]

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جو شخص مسلمانوں کا امیر بنایا گیا اور اس نے مہربانی سے لوگوں کی دیکھ بھال نہ کی وہ جنت میں داخل نہ ہو گا۔

نسلی، لسانی، مذہبی اور علاقائی تعصبات کے خلاف اقدامات کو یقینی بنانا

نسلی، لسانی، مذہبی اور علاقائی تعصبات کسی بھی ریاست کے لیے بڑے مسائل ہیں۔ اسلامی فلاحی نظام حکومت میں انہیں کنٹرول کرنا حکومت کی ذمہ داری ہے۔ عہدِ رسالت مآب ﷺ اور خلافت راشدہ میں تمام مذاہب کے لوگوں کو مساوی حقوق حاصل تھے۔ ہجرت کے بعد آپ ﷺ نے اخوت اور اتحاد کو فروغ دیا۔ آپ ﷺ نے مسلمانوں، عیسائیوں، یہودیوں اور مشرکین کا اجلاس بلایا اور ایک مشترکہ آئین قائم کیا۔ یہ دنیا کا پہلا تحریری آئین تھا جس میں ہمہ قسم کے تعصبات کی نفی کی گئی اور مساواتِ انسانی کی بنیاد پر حقوق کے تحفظ کا پرچار کیا گیا۔ جیسا کہ ایک حدیث میں ارشاد ہے کہ:

لیسَ منَا من دعا إلى عَصبِيَة، وَلَيسَ مِنَّا من قَاتل عَلى عَصبِيَة، وَلَيسَ مِنَّا من مَّات عَلى عَصبِيَة۔[46]

وہ ہم میں سے نہیں جو فتنہ کی طرف بلائے، وہ ہم میں سے نہیں جو فتنہ کی بنیاد پر لڑے اور وہ ہم میں سے نہیں جو عصبیت پر مرے۔

اسلامی فلاحی نظام حکومت میں انسانوں اور دیگر مخلوقات کے حقوق

اسلامی ریاست میں انسانوں، جانوروں اور دیگر جانداروں سمیت ہر ایک کو حقوق حاصل ہیں۔ یہاں تک کہ جنگوں کے دوران بھی درخت کاٹنے، آلودگی پھیلانے اور ماحولیات کو نقصان پہنچانے کی اجازت نہیں ہے۔ ارشادِ ربانی ہے کہ:

وَاِذَا تَوَلّٰى سَعٰى فِى الْاَرْضِ لِيُفْسِدَ فِيْهَا وَ يُهْلِكَ الْحَرْثَ وَ النَّسْلَ وَ اللّٰهُ لَا يُحِبُّ الْفَسَادَ۔[47]

اور جب پیٹھ پھیر کر جاتا ہے تو کوشش کرتا ہے کہ زمین میں فساد پھیلائے اور کھیت اور مویشی ہلاک کرے اور اللہ فساد کو پسند نہیں کرتا۔

معطل نہ ہونے والے بنیادی انسانی حقوق

بنیادی انسانی حقوق قرآن واحادیث میں دیئے گئے ہیں اور اسلامی ملک کے تمام شہریوں کے لیے ضروری ہیں، چاہے وہ مسلمان ہوں یا غیر مسلم۔ یہ انسانی حقوق کسی بھی صورت میں معطل نہیں کیے جاسکتے۔ ان حقوق میں درج ذیل امور شامل ہیں:

- **جینے کا حق:** اسلام میں ہر انسان کو جینے کا حق حاصل ہے۔ ارشادِ ربانی ہے کہ:

مَن قَتَلَ نَفۡسًا بِغَيۡرِ نَفۡسٍ اَوۡ فَسَادٍ فِى الۡاَرۡضِ فَكَاَنَّمَا قَتَلَ النَّاسَ جَمِيۡعًاؕ وَ مَنۡ اَحۡيَاهَا فَكَاَنَّمَاۤ اَحۡيَا النَّاسَ جَمِيۡعًا[48]

جس نے کسی جان کے بدلے یا زمین میں فساد پھیلانے کے بدلے کے بغیر کسی شخص کو قتل کیا تو گویا اس نے تمام انسانوں کو قتل کر دیا اور جس نے کسی ایک جان کو (قتل سے بچا کر) زندہ رکھا اس نے گویا تمام انسانوں کو زندہ رکھا۔

- **زندگی کے تحفظ کا حق:** ارشادِ ربانی ہے کہ:

وَمَنۡ اَحۡيَاهَا فَكَاَنَّمَاۤ اَحۡيَا النَّاسَ جَمِيۡعًا[49]

اور جس نے کسی ایک جان کو (قتل سے بچا کر) زندہ رکھا اس نے گویا تمام انسانوں کو زندہ رکھا۔

قرآن و سنت کی تعلیمات سے معلوم ہوتا ہے کہ اگر کسی کی جان کو خطرہ ہو تو اسے بچانا انسان کا فرض ہے۔

- **آزادی کا حق:** اسلامی فلاحی ریاست میں ہر شہری کو مذہب، رہائش اور دیگر حقوق کی آزادی حاصل ہے۔

وَ اِذَا حَكَمْتُمْ بَيْنَ النَّاسِ اَنْ تَحْكُمُوْا بِالْعَدْلِ[50]

اور یہ کہ جب تم لوگوں میں فیصلہ کرو تو انصاف کے ساتھ فیصلہ کرو۔

قرآن و سنت کی تعلیمات سے ثابت ہے کہ کسی پر ظلم کرنا، قید کرنا، عدالتی کارروائی کے بغیر کوئی کام کرنا حرام ہے۔

- **برابری کا حق:** رسول اللہ ﷺ نے خطبہ الوداع کے موقع پر فرمایا:

کُلُّکُم مِن آدَمَ وَ آدم مِن تُراب، اَلا لا فَضلَ لِعَرِبِی عَلی العَجِمِی وَلا عَجِمِی عَلی العَربِی وَلا اَحمَر عَلی الاَسوَد وَلا اَسوَد علی الاَحمَراِلّا بَالتَّقویٰ، اِنَّ اکرَمَکُم عِندَاللهِ اَتقَاکُم[51]

تم سب آدم کی اولاد ہو اور آدم مٹی سے تھے، کسی عربی کو عجمی پر اور کسی عجمی کو عربی پر اور کسی سرخ کو کالے پر اور کسی کالے کو سرخ پر کوئی فوقیت نہیں سوائے تقویٰ کے، بے شک تم میں سے اللہ کے نزدیک عزت والا وہ ہے جو تم میں زیادہ تقویٰ رکھتا ہے۔

- **انصاف کا حق:** فلاح و بہبود پر مبنی اسلامی ریاست میں تمام شہریوں کو مذہب اور نسل کی تفریق کے بغیر انصاف کا حق حاصل ہے۔ ارشادِ ربانی ہے کہ:

وَاُمِرتُ لِاَعدِلَ بَینَکُم[52]

اور مجھے حکم ہے کہ میں تم میں انصاف سے حکومت کروں۔

وَ لَا يَجْرِمَنَّكُمْ شَنَاٰنُ قَوْمٍ عَلٰٓى اَلَّا تَعْدِلُوْا[53]

اور تمہیں کسی قوم کی عداوت اس پر نہ اُبھارے کہ تم انصاف نہ کرو۔

- **عزت و وقار کا حق:** اسلام میں مذہب، نسل اور جنس کی تفریق کے بغیر ہر ایک کو عزت اور وقار کا حق ہے۔ ہر شہری کے اس حق کا تحفظ حکومت کی ذمہ داری ہے۔

یَا اَیُّھَا الَّذِینَ آمَنُوا لَا یَسخَر قَوم مِن قَومٍ۔[54]

- اے ایمان والو! کوئی قوم دوسری قوم کا تمسخر نہ اُڑائے۔

وَلَا تَنابَزُوا بالاَلقَاب۔[55]

اور ایک دوسرے کو برے ناموں سے نہ پکارو۔

وَلَا یَغتَب بَّعضُکُم بُعضاً۔[56]

اور پیٹھ پیچھے ایک دوسرے کی غیبت نہ کرو۔

- **نجی زندگی کے تحفظ و آزادی کا حق:** اسلامی نظام حکومت میں ہر شہری کو ذاتی زندگی کے تحفظ کا حق حاصل ہے۔

یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تَدْخُلُوْا بُیُوْتًا غَیْرَ بُیُوْتِكُمْ حَتّٰى تَسْتَاْنِسُوْا وَ لَا تُسَلِّمُو[57]

مومنو! اپنے گھروں کے سوا اور گھروں میں داخل نہ ہو جب تک اجازت نہ لے لو اور ان میں رہنے والوں پر سلام نہ کر لو۔

لَا تَجَسَّسُوا[58]

تجسس نہ کرو۔

ایک اسلامی حکومت میں ایک شخص کو اپنے گھر میں دوسروں کے شور اور مداخلت سے محفوظ رہنے کا آئینی حق حاصل ہے۔

اس کی گھریلو بے تکلفی اور پردہ داری کو برقرار رکھا جائے۔

- **ظلم کے خلاف احتجاج کا حق:** اسلامی فلاحی ریاست میں ہر شہری کو حق حاصل ہے کہ وہ ظلم کے خلاف احتجاج کرے۔
لَا يُحِبُّ اللّٰهُ الْجَهْرَ بِالسُّوْٓءِ مِنَ الْقَوْلِ اِلَّا مَنْ ظُلِمَ[59]

بری بات کا اعلان کرنا اللہ پسند نہیں کرتا مگر مظلوم سے اور اللہ سننے والا جاننے والا ہے۔

اظہار رائے کی آزادی کا حق

اسلامی نظام حکومت میں تمام شہریوں کے لیے اظہار رائے کی آزادی ہے جیسے تحریر، تقریر، ابلاغی خیالات اور رابطے کے دیگر ذرائع اختیار کرنے کی آزادی حاصل ہے۔ حقیقت تو یہ ہے کہ اسلام کی آمد سے قبل انسانوں کو اظہار رائے کی آزادی کا حق حاصل ہی نہیں تھا۔ یہ اسلام تھا جس نے پتھروں، لکڑی اور مٹی کے خداؤں کے خلاف اظہار رائے کیا اور انسانوں کو اظہار رائے کی آزادی کا حق دیا۔ لیکن اظہار رائے کی آزادی کے باوجود دوسروں کی زندگی میں مداخلت، دوسروں کا مذاق اُڑانا، غیبت، دوسروں کی ذاتی زندگی میں مداخلت و تجسس وغیرہ منع ہے۔ اللہ تبارک و تعالیٰ نے اس کا تفصیلی ذکر سورہ الحجرات میں کیا ہے۔[60]

نیکی و بھلائی کے کاموں کے فروغ کا حق

قرآن وحدیث کے مطابق نیکی کو فروغ دینا اور برائی کی اصلاح کرنا انسان کا فرض ہے۔ مندرجہ ذیل نصوص اس پر شاہد ہیں:

- كُنْتُمْ خَيْرَ اُمَّةٍ اُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ تَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَ تَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَ تُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ۔[61]

(اے مسلمانو!) تم بہترین امت ہو جو لوگوں (کی ہدایت) کے لئے ظاہر کی گئی، تم بھلائی کا حکم دیتے ہو اور برائی سے منع کرتے ہو اور اللہ پر ایمان رکھتے ہو۔

- كَانُوْا لَا يَتَنَاهَوْنَ عَنْ مُّنْكَرٍ فَعَلُوْهُ ؕ لَبِئْسَ مَا كَانُوْا يَفْعَلُوْنَ۔[62]

جو بُری بات کرتے آپس میں ایک دوسرے کو نہ روکتے ضرور بہت ہی برے کام کرتے تھے۔

اسلامی ریاست میں غیر مسلمین کے برابری کے حقوق

اسلامی نظام حکومت میں، مذہب، نسل اور جنس کے امتیاز کے بغیر ہر شہری کو برابری کے حقوق حاصل ہوتے ہیں۔ اسلامی حکومت میں غریبوں اور مسکینوں کی فلاح و بہبود کے لیے جہاں مالدار مسلمانوں سے عشر و زکوٰۃ وصول کی جاتی ہے، وہیں غیر مسلم مالداروں سے جزیہ اور خراج وصول کیا جاتا ہے اور مسلمین و غیر مسلمین تمام غریبوں کی فلاح و بہبود کی جاتی ہے۔ عشر، زکوٰۃ، خراج اور جزیہ وصول کرنے نیز فلاح و بہبود پر خرچ کرنے کی ذمہ داری حکومت کی ہوتی ہے۔ اسی طرح اسلامی حکومت میں کسی بھی غیر مسلم کے ساتھ اسلام قبول کرنے کے حوالہ سے زبردستی نہیں کی جاسکتی بلکہ انہیں مکمل مذہبی آزادی حاصل ہوتی ہے۔

- لَا اِكراهَ فِي الدين۔[63]

دین میں کوئی زبردستی نہیں ہے۔

- وَ لَا تَسُبُّوا الَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ فَيَسُبُّوا اللّٰهَ عَدْوًۢا بِغَيْرِ عِلْمٍ۔[64]

اور اُنہیں برا بھلا نہ کہو جنہیں وہ اللہ کے سوا پوجتے ہیں کہ وہ ظلم کرتے ہوئے جہالت کی بنا پر اللہ کی شان میں بے ادبی کریں گے۔

اسلامی فلاحی ریاست میں غیر مسلمین کے لئے حق قصاص

اگر کوئی مسلمان کسی غیر مسلم کو قتل کرے تو اس کا بدلہ (قصاص) اسی طرح لیا جائے گا جس طرح مسلمان کے قتل کا لیا جاتا ہے۔ رسول اللہ ﷺ کے زمانے میں ایک مسلمان نے ایک ذمی کو قتل کیا تو آپ ﷺ نے اسے قتل کرنے کا حکم دیا۔ اسی طرح

آپ ﷺ کا فرمان کا مفہوم ہے کہ جس کسی نے کسی معاہد ذمی کو قتل کیا تو وہ جنت کی خوشبو تک نہیں سونگھ سکے گا حالانکہ اس کی خوشبو چالیس سال کی مسافت سے بھی محسوس کی جاسکتی ہے۔[65]

معذوروں، غریبوں اور پسے ہوئے طبقات کے اضافی حقوق

اسلامی نظام حکومت میں معذوروں اور غریبوں کو صحت مند اور دولت مند شہریوں سے زیادہ حقوق حاصل ہیں۔ قرآن کریم اور احادیث رسول ﷺ میں سینکڑوں مقامات پر غریبوں، مسکینوں، معذوروں اور پسے ہوئے طبقات پر مال خرچ کرنے کا حکم دیا گیا ہے جن کا ذکر نہ صرف سابقہ صفحات بلکہ آئندہ صفحات میں بھی موجود ہے جن سے معذوروں، غریبوں اور پسے ہوئے طبقات کے اضافی حقوق کا علم ہوتا ہے۔

خواجہ سراؤں (جنسی معذوروں) کے مساوی واضافی حقوق

اسلامی نظام حکومت میں خواجہ سراؤں (جنسی طور پر معذور افراد) کو صحت مند شہریوں کے برابر حقوق کے علاوہ اضافی حقوق بھی حاصل ہوتے ہیں۔ اسلامی نظام حکومت میں وہ دوسرے معذور افراد کے برابر حقوق حاصل کرتے ہیں۔[66]

بلا تفریق مذہب ونسل عورت کی عزت وو قار کا حق

دین اسلام میں خواتین کے ساتھ بہت عزت، احترام اور حسن سلوک کیا گیا ہے۔ عورت چاہے کسی بھی مذہب کی ہو، اسلامی ریاست کے ہر شہری کے لیے ضروری ہے کہ وہ اس کا احترام کرے۔ یہاں تک کہ حالت جنگ میں بھی عورتوں، بچوں، بزرگوں اور عام شہریوں کا قتل منع ہے اور عورت کو مرد جنگی قیدی کی طرح زیادہ عرصہ قید بھی نہیں رکھا جاسکتا۔ یہاں تک کہ اگر کوئی عورت بطور جنگی قیدی آتی ہے اور مخالف فوج اسے واپس نہیں لیتی تو نہایت عزت اور احترام سے اسے بطور لونڈی کسی ذمہ دار مسلمان کی سرپرستی میں دیا جاتا ہے اور اس کے لئے حکم ہوتا ہے کہ جو خود کھائے وہ اسے کھلائے اور جو خود پہنے وہی اسے پہنائے، اس پر سختی کرنا یا بد تمیزی سے پیش آنا اسلام میں مطلقاً منع ہے۔ اسلام میں زنا کو سختی سے منع کیا گیا ہے اور اس کی نہایت سخت سزائیں مقرر کی گئی ہے۔

وَ لَا تَقْرَبُوا الزِّنٰۤى اِنَّهٗ كَانَ فَاحِشَةًؕ وَ سَآءَ سَبِیْلًا۔[67]

اور زنا کے قریب بھی مت جاؤ، بے شک وہ بے حیائی اور نہایت ہی برا راستہ ہے۔

خواتین کے برابری کے حقوق واضافی مراعات

ایک فلاحی اسلامی جمہوری ریاست کا فرض ہے کہ وہ نہ صرف خواتین کے مساوی حقوق کا تحفظ کرے بلکہ اسلام کی طرف سے خواتین کو بہت سی اضافی مراعات بھی دی گئی ہیں۔ اسلام نے خواتین کے ساتھ حسن سلوک کیا ہے اور انہیں بہت سی خصوصی مراعات دی ہیں۔ مثال کے طور پر، مردوں پر اپنے خاندان کی کفالت کرنا ضروری قرار دیا گیا ہے لیکن عورتوں پر اپنے خاندان کی کفالت کرنا ضروری نہیں بلکہ یہ معاملہ ان کی اپنی صوابدید پر چھوڑ دیا گیا ہے۔ اسی طرح اگر کوئی غیر ملکی حملہ آور کسی اسلامی ریاست پر حملہ کرتا ہے تو ان کا مقابلہ کرنا مردوں کا فرض ہے، لیکن عورتوں کے پاس جنگ میں حصہ لینے یا نہ کرنے کا اختیار ہے۔ بہت سے دیگر معاملات میں بھی خواتین کو اضافی مراعات حاصل ہیں جن کا ذکر اسلامی تعلیمات میں متعدد مقامات پر موجود ہے۔

اِنَّ الْمُسْلِمِیْنَ وَ الْمُسْلِمٰتِ۔۔۔ الآیۃ[68]

بے شک مسلمان مرد اور مسلمان عورتیں اور ایمان والے اور ایمان والیاں اور فرمان بردار مرد اور فرماں بردار عورتیں اور سچے اور سچیاں اور صبر والے اور صبر والیاں اور عاجزی کرنے والے اور عاجزی کرنے والیاں اور

خیرات کرنے والے اور خیرات کرنے والیاں اور روزے والے اور روزے والیاں اور اپنی پارسائی نگاہ رکھنے والے اور نگاہ رکھنے والیاں اور اللہ کو بہت یاد کرنے والے اور یاد کرنے والیاں ان سب کے لیے اللہ نے بخشش اور بڑا ثواب تیار کر رکھا ہے۔

زیر دست افراد کے حقوق

اسلام میں ملازمین کے بہت سے حقوق ہیں۔ رسول اللہ ﷺ نے خطبہ الوداع کے موقع پر فرمایا کہ اپنے ماتحتوں کا خیال رکھو، انہیں وہی کھلاؤ جو تم کھاتے ہو اور جیسا پہنو ویسا ہی پہناؤ۔[69]

ہر ایک کے لئے معاشی تحفظ کا حق

اسلامی فلاحی حکومت تمام شہریوں کے معاشی تحفظ کو یقینی بنانے کی ذمہ دار ہے۔ اسلام میں زکوٰۃ، عشر، جزیہ اور خراج امیروں سے وصول کر کے غریبوں، مسکینوں، سفید پوشوں اور پسے ہوئے طبقات پر خرچ کرنا اسلامی حکومت کی ذمہ داری ہے۔ ایک حدیث میں آپ ﷺ کا ارشادِ گرامی ہے کہ:

مَنْ كَانَ مَعَهُ فَضْلُ ظَهْرٍ فَلْيَعُدْ بِهِ عَلَى مَنْ لَا ظَهْرَ لَهُ، وَمَنْ كَانَ لَهُ فَضْلٌ مِنْ زَادٍ فَلْيَعُدْ بِهِ عَلَى مَنْ لَا زَادَ لَهُ۔[70]

جس کے پاس زائد سواری ہو وہ سواری نہ رکھنے والے کو دے اور جس کے پاس زائد خوراک ہو وہ اس کو دے جس کے پاس کھانا نہیں ہے۔

گو کہ یہ ایک مخصوص غزوہ کا واقعہ ہے تاہم یہ طرزِ عمل اس امر کی غمازی کرتا ہے کہ اسلام میں زائد از ضرورت مال واسباب دوسروں پر خرچ کرنے کی نہ صرف ترغیب دی گئی ہے بلکہ معاشی استحکام کے لیے ایک کلیدی اصول کے طور پر اس کو پیش کیا گیا ہے۔ اسی طرح ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے، انہوں نے کہا: جب رسول اللہ ﷺ نے معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ کو اہل یمن کی طرف بھیجا تو آپ ﷺ نے ان سے فرمایا: اہل کتاب میں سے کسی کے پاس جانا، تو سب سے پہلے انہیں اللہ کے ایک ہونے کے یقین کی دعوت دینا، یعنی توحید کا اقرار کرنا۔ جب وہ توحید کے اس عقیدے کو سمجھیں اور پھر بتانا کہ اللہ نے ان پر دن رات پانچ وقت کی نماز فرض کی ہے۔ جب وہ نماز پڑھنے لگیں تو انہیں بتانا کہ اللہ تعالیٰ نے ان کے مال میں سے ان پر زکوٰۃ فرض کی ہے جو ان کے امیروں سے جمع کر کے ان کے غریبوں پر خرچ کی جائے گی۔ اگر کرتے ہیں تو ان سے زکوٰۃ وصول کرتے ہیں، لیکن زکوٰۃ جمع کرتے وقت لوگوں کی اچھی چیزیں لینے سے گریز کرنا۔[71]

نیکی و بھلائی کے کاموں میں مدد و استعانت کا حق

دین اسلام میں نیک کاموں میں ایک دوسرے سے تعاون کرنے کا حکم ہے۔ شہریوں کے اس حق کا تحفظ اسلامی حکومت کی ذمہ داری ہے۔ قرآن میں باہمی تعاون و تناصر کا حکم اس بات کا متقاضی ہے کہ جس کے پاس جس حد تک قوت و اختیار ہو وہ اس فریضے کی ادائیگی میں اتنا کردار ادا کرے۔ ارشادِ ربانی ہے کہ:

وَتَعاوَنُو عَلى البِرِّ وَالتَّقوىٰ وَلا تَعاوَنُو علىَ الاِثمِ وَالعدوَان۔[72]

اور نیکی اور پرہیز گاری پر ایک دوسرے کی مدد کرو اور گناہ اور زیادتی پر باہم مدد نہ کرو اور اللہ سے ڈرتے رہو بیشک اللہ شدید عذاب دینے والا ہے۔

حقِ وراثت

معاشرے میں وراثت کی درست تقسیم ضروری ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے وراثت کی صحیح تقسیم کو یقینی بنایا۔ اس حوالے سے منہ بولے رشتے (اپنائے گئے رشتے) جو وراثت میں شریک ہوتے تھے ختم کر دیے گئے جس کا ذکر سورۃ الاحزاب میں موجود ہے۔ اسی طرح سورۃ النساء میں ورثاء اور ان کے حصص کی مکمل تفصیل بھی یہ واضح کرتی ہے کہ یہ حق صحیح صحیح ادا کرنا نہایت ضروری اور لازم ہے۔

حاصلِ بحث

آج کی دنیا میں بہت سی مختلف قسم کی حکومتیں ہیں۔ جمہوریت سب سے زیادہ مقبول ہے۔ بہت سے ممالک ایسے بھی ہیں جو خود کو "اسلامی جمہوریہ" کہتے ہیں۔ لیکن عملی طور پر وہاں اسلامی نظام حکومت نظر نہیں آتا۔ اس تحقیقی مضمون میں یہ جاننے کی کوشش کی گئی ہے کہ موجودہ دور میں ایک اسلامی فلاحی مملکت کا نظام کیسا ہونا چاہیے۔ رسول اللہ ﷺ نے ریاست مدینہ کے قیام کے وقت میثاق مدینہ کیا جس میں تمام مذاہب اور قبائل کے لوگوں کو یکساں حقوق دیئے گئے۔ شوریٰ یا پارلیمنٹ کو بہت اہمیت حاصل تھی۔ ریاست مدینہ میں خلفائے راشدین تمام اقدامات مشاورت سے کرتے تھے۔ ان کے ذاتی اختیارات نہایت محدود تھے اور وہ نہ صرف شوریٰ (پارلیمنٹ) بلکہ عوام الناس کو بھی جواب دہ تھے۔ وہ عوام الناس میں کھلے ملے رہتے اور نماز کی امامت کراتے۔ ریاست مدینہ میں بلا تفریق مذہب و نسل شہریوں کے بنیادی حقوق کی ضمانت دی گئی تھی۔ جن میں زندگی کا حق، قانون کی حکمرانی، آزادی اظہار، مذہبی آزادی، کاروبار کی آزادی اور دیگر حقوق شامل تھے۔

اسلامی نظام حکومت میں آمریت کو ناپسند کیا گیا۔ یہ کسی ایک فرد یا گروہ کی حکمرانی نہیں بلکہ اجتماعی طور پر تمام شہریوں کی شرکت ہے۔ رسول اللہ ﷺ کے بعد چاروں خلفاء کا انتخاب مشاورت اور رائے شماری سے ہوا اور حکومت کے تمام امور پارلیمنٹ یا مجلس شوریٰ کے ذریعے چلائے گئے۔ اسلامی نظام حکومت میں ریاست کا فرض ہے کہ وہ ریاست کے تمام شہریوں کے لیے فلاحی ریاست کا قیام کرے اور دولت کا بہاؤ امیر سے غریب کی جانب ہو۔ اس ضمن میں زکوٰۃ، عشر، جزیہ اور خراج کا نفاذ کیا جاتا ہے۔ اسلامی ریاست میں انسانوں، جانوروں اور دیگر جانداروں سمیت ہر کسی کو حقوق حاصل ہیں۔ جنگوں کے دوران بھی درخت کاٹنے کی اجازت نہیں ہے۔ یہ تمام حقوق قرآن و احادیث میں دیے گئے ہیں جو کسی بھی صورت میں معطل نہیں ہوتے۔ اقبال مغربی طرز جمہوریت کے خلاف اور روحانی جمہوریت کے داعی تھے۔ اس حوالہ سے انہوں نے بیسویں صدی کے آغاز میں علمائے کرام کو اجتہاد کی دعوت دی۔ اقبال پر اشتراکیت یا مارکسیت پسند ہونے کا الزام بالکل غلط ہے بلکہ وہ اسلامی نظام معیشت کے زبردست حامی تھے۔

نتائج

- عہد رسالت مآب ﷺ اور خلفائے راشدین کے عہد میں اسلامی فلاحی نظام حکومت کا قیام عمل میں آیا تھا۔ خلفائے راشدین کا انتخاب بیعت عامہ (ریفرنڈم) سے ہوا تھا۔ قانون کی حکمرانی کی وجہ سے جرائم کی شرح نہ ہونے کے برابر تھی۔ تمام شہریوں کو بنیادی انسانی حقوق حاصل تھے۔ نہ صرف انسانوں بلکہ جانوروں اور دیگر مخلوقات کو بھی حقوق حاصل تھے۔ جنگ کے دوران بھی درختوں کو کاٹنا منع تھا۔ ماحول کو آلودہ کرنا سختی سے منع تھا۔ دنیا کو جنت نظیر بنانے کے لئے موجودہ دور میں بھی اسلامی نظام حکومت جیسا نظام ہی قائم کرنا ہوگا۔
- عصر حاضر میں بہت سے اسلامی ممالک اسلامی جمہوریہ ہونے کے دعویدار تو ضرور ہیں لیکن وہاں عہد رسالت مآب ﷺ اور

عہد خلفائے راشدین جیسا نظام عملی طور پر حکومت میں نظر نہیں آتا۔

- زیر نظر مضمون سے پتہ چلتا ہے کہ اسلامی نظام حکومت کو نہ تو سیکولرازم اور نہ ہی اسے تھیوکریسی کہا جا سکتا ہے بلکہ اسلامی نظام حکومت قرآن وسنت کی روشنی میں جمہور کی حکومت ہو سکتی ہے جس میں عوام الناس اہل افراد کو منتخب کر سکتے ہیں۔
- اقبال سمجھتے تھے کہ اسلامی نظام حکومت جمہوریت سے قریب ہے لیکن وہ مغربی طرز جمہوریت کے سخت خلاف تھے اور اسے غلط سمجھتے تھے۔ وہ قرآن و سنت کے مطابق روحانی جمہوریت کے داعی تھے، اس حوالہ سے انہوں نے بیسویں صدی کے آغاز میں علمائے کرام کو اجتہاد کی دعوت دی۔
- ترقی پسندوں کی جانب سے علامہ اقبال پر اشتراکیت و مارکسیت پسند ہونے کے الزامات اس لیے لگائے گئے کہ انہوں نے افکارِ اقبال کا گہرائی سے جائزہ لینے کی بجائے محض اشتراکیت اور اسلامی نظام معیشت کی بعض مشترکات کو دیکھ کر اقبال پر یہ الزام لگایا۔ حالانکہ اقبال اشتراکیت یا مارکسیت کے نہیں بلکہ اسلامی نظام معیشت کے زبردست حامی تھے۔

تجاویز و سفارشات

- رسول اللہ ﷺ اور خلفاءِ راشدین کے طرز حکمرانی کو دنیا بھر میں عام کرنے کی ضرورت ہے کہ کس طرح ان کے اقدامات کے باعث اس وقت کی معلوم دنیا میں امن و امان قائم ہو گیا تھا۔ عدل و انصاف اور قانون کی حکمرانی تھی۔ ہر ایک کو مذہبی آزادی حاصل اور حاکم وقت، افسران بالا اور مزدور کی تنخواہ برابر تھی۔ مملکت ایسی خوشحال تھی کہ زکوۃ لینے والے نہیں ملتے تھے۔
- آج دنیا میں جنگ کے بغیر فتح حاصل کرنے کا نظریہ کافی فروغ پا رہا ہے لیکن اس ضمن میں سائبر وار نفسیاتی جنگ کی نئی نئی شکلیں متعارف ہو رہی ہیں۔ ایسے میں دنیا کو یہ باور کرانے کی ضرورت ہے کہ اصل حکمرانی دلوں پر حکومت کرنا ہے۔ اس ضمن میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور خلفائے راشدین کے نظام حکومت کو فروغ دیا جانا چاہئے اور ترقی یافتہ ممالک میں اس موضوع پر مباحثے اور سیمینارز کی کاوشیں کرنا چاہئیں۔
- دنیا میں قیام امن، قانون کی حکمرانی اور قرآن و سنت میں دیئے گئے بنیادی انسانی حقوق کی ترویج و اشاعت کے لئے تعلیمی انقلاب بھی نہایت ضروری ہے۔ بلاشبہ ایک تعلیم یافتہ قوم ہی ایک اچھی قوم ثابت ہوتی ہے۔ اس حوالہ سے نہایت سنجیدہ اقدامات کرنا ہوں گے۔ اس حوالہ سے نہایت سنجیدہ اقدامات کئے جانے کی ضرورت ہے۔

حوالہ جات و حواشی

1 محمد اقبال، علامہ، **مکاتیب اقبال**، مرتب: سید مظفر حسین برنی، (دہلی: اردو اکیڈمی، سن ندارد)، 4/479۔

2 محمد اقبال، علامہ، **کلیات اقبال (اردو)**، (لاہور: شیخ بشیر پبلشرز، 1994ء)، ص354۔

3 محمد اقبال، **کلیات اقبال (اردو)**، ص759۔

4 ایضاً، ص829۔

5 ایضاً، ص828۔

6 محمد اقبال، علامہ، **کلیات اقبال (فارسی)**، (لاہور: شیخ بشیر پبلشرز، 1994ء)، ص294۔

7 محمد اقبال، **کلیات اقبال (اردو)**، ص523۔

8 ایضاً، ص503۔

9 ایضاً، ص518۔

10 ایضاً، ص307۔

11 ایضاً، ص835۔

12 محمد اقبال، علامہ، **ملت بیضا پر ایک عمرانی نظر**، مترجم: مولانا ظفر علی خان، (لاہور: ہفت روزہ رفتار زمانہ، 20 ستمبر 1949ء)، ص15۔

13 محمد اقبال، **کلیات اقبال (اردو)**، ص662۔

14 محمد اقبال، علامہ، **اسلام کا اخلاقی اور سیاسی نصب العین**، مترجم: خالدہ جمیل ناصر، (لاہور: اقبال اکادمی، 2021ء)، ص41،40۔

15 محمد اقبال، علامہ، **خطبات اقبال**، مرتب: ڈاکٹر جاوید اقبال، (لاہور: اقبال اکادمی، 2008ء)، ص185۔

16 ایضاً، ص180۔

17 جاوید اقبال، ڈاکٹر، **زندہ رود**، (لاہور: سنگ میل پبلی کیشنز، 2004ء)، ص226۔

18 ایضاً، ص776۔

19 ایضاً، ص306۔

20 ایضاً، ص828۔

21 ایضاً، ص791۔

22 ایضاً، ص306۔

23 ایضاً، ص517۔

24 ایضاً، ص413۔

25 محمد اقبال، **اسلام کا اخلاقی اور سیاسی نصب العین**، ص41،40۔

26 Muhammad Iqbāl, Dr., **ALLAHABAD ADDRESS 1930**, Compiled by: Shafiq Malik, (Lahore: Iqbal Academy, 2018), P. 09.

27 Muhammad Tahir Akbar, **Standards of Collective Economic Justice of Prophet Muhammad (PBUH)**, *Al-Absār Research Journal*, Volume 02, Issue 01, July-December 2023, P 11-21.

28 **Article 227(1)** of the Constitution of Pakistan.

29 سورۃ البقرۃ 79:2۔

30 سورۃ النور 55:24۔

31 مودودی، سید ابو الاعلیٰ، **اسلامی ریاست**، (لاہور: اسلامک پبلی کیشنز، 2015ء)، ص264۔

32 سورۃ ال عمران 159:3۔

33 سورۃ الشوریٰ 38:42۔

34 سورۃ الشعراء 51:26۔

35 سورۃ الکہف 28:18۔

36 سورۃ الانفال 56:8۔

37 محمد حسین ہیکل، **عمر فاروق رضی اللہ عنہ**، (لاہور: الحمد پبلشرز، 2010ء)، 2/313۔

38 سورۃ المومنون 116:23۔

39 سورۃ البقرۃ 30:2۔

40 سورۃ ص 26:38۔

41 سورۃ یوسف 40:12۔

42 نیشاپوری، محمد بن عبد اللہ، **المستدرک علی الصحیحین**، (بیروت: دار الکتب العلمیۃ، 2010ء)، 1/181۔

43 البخاری، محمد بن اسماعیل، **الجامع الصحیح**، (ریاض: دار السلام، 2015ء)، کتاب الاحکام، باب قول اللہ تعالیٰ اطیعواللہ الایۃ، رقم الحدیث: 7137۔

44 مسلم، مسلم بن حجاج نیشاپوری، **الصحیح لمسلم**، (ریاض: دار السلام، 2015ء)، کتاب الامارۃوالخلافۃ، باب خیارالائمۃ وشرارھم، رقم الحدیث: 4804۔

45 البخاری، **الجامع الصحیح**، کتاب الاحکام، باب من استرعی رعیۃ فلم ینصح، رقم الحدیث: 7150۔

46 ابو داؤد، سلیمان بن اشعث، **السنن**، (ریاض: دار السلام، 2014ء)، کتاب الادب، باب ماجاء فی العصبیۃ، رقم الحدیث: 5121۔

47 سورۃ البقرۃ 2: 203۔

48 سورۃ المائدۃ 5: 32۔

49 ایضاً۔

50 سورۃ النساء 4: 58۔

51 نثار احمد، ڈاکٹر، **خطبہ حجۃ الوداع**، (لاہور: بیت الحکمت، 2005ء)، ص 185۔

52 سورۃ الشوریٰ 42: 15۔

53 سورۃ المائدۃ 5: 8۔

54 سورۃ الحجرات 49: 11۔

55 ایضاً،

56 سورۃ الحجرات 49: 12۔

57 سورۃ النور 24: 27۔

58 سورۃ الحجرات 49: 12۔

59 سورۃ النساء 4: 148۔

60 سورۃ الحجرات 49: 1-8۔

61 سورۃ النساء 3: 110۔

62 سورۃ المائدۃ 5: 79۔

63 سورۃ البقرۃ 2: 256۔

64 سورۃ الانعام 6: 108۔

65 احمد بن حنبل، الامام، **مسند احمد**، (دمشق: دار الفکر، 1999ء)، باب عبداللہ بن عمر، رقم الحدیث: 6457۔

66 محمد طاہر اکبر، **دور نبوی میں خواجہ سراؤں کی سماجی حیثیت**، تحقیقی مجلہ "المیثاق" جلد 3، شمارہ 2، جولائی تا ستمبر 2024ء، ص 100 تا 109۔

67 سورۃ الاسراء 17: 32۔

68 سورۃ الاحزاب 33: 51۔

69 نثار احمد، **خطبات حجۃ الوداع**، ص 191۔

70 مسلم، **الصحیح لمسلم**، کتاب اللقطۃ، باب استحباب المؤاساۃ بفضول المال، رقم الحدیث: 4517۔

71 البخاری، **الجامع الصحیح**، کتاب الزکوۃ، باب اخذ الصدقۃ من الاغنیاء و ترد فی الفقراء، رقم الحدیث: 1496۔

72 سورۃ المائدۃ 5: 2۔